انتخاب

نقدِ احادیث کیلئے درایت کے اصول

(گذشتہ ماہ کے 'نظرات' میں ہم نے علمائے حدیث سے دردمندانہ گذارش کی تھی کہ احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کی حفاظت کے لئے جس طرح ہمارے ائمہء متقد مین نے روایت کے اصول مدون کئے تھے اور ان پر موجود ذخیرہء احادیث کو جانچا اور پرکھا تھا ، اسی طرح ہم ان ہی ائمہ کے بتائے ہوئے درایت کے اصول کے اشارات کو بالتفصیل مدون اور منضبط کریں اور ان کی بنیاد پر ذخیرہء احادیث کے حفظ و نقد کے کام کو جاری رکھیں۔

ہم نے اپنے مقصد کی وضاحت کے لئے علامہ شبلی نعمانی رح کی سیرۃالنبی کا ایک اقتباس گذشتہ ماہ پیش خدمت کیا تھا ۔ ہم اب اسی موضوع پر علامہ عبداللہ العمادی مرحوم کی کتاب علم الحدیث کا ایک اقتباس درج ذیل کر رہے ہیں ۔] (مدیر)

درایت کا یہ مطلب ہے کہ حدیث میں جو واقعہ مذکور ہو ، اس کی نسبت پہلے یہ تنقیح کرلینا چاہئے کہ :

(۱) یہ بات انسانی فطرت کے مطابق بھی ہے یا نہیں ؟

(۲) جس زمانہ کا یہ واقعہ ہے اس زمانہ کی خصوصیتیں اس میں کہاں تک موجود ہیں ؟

(۳) قرینہء عقلی اس کی نسبت کیا کہہ رہا ہے ؟

(۴) جس شخص سے یہ واقعہ منسوب ہے وہ عادۃً اس قسم کی باتوں کا

خوگر بھی تھا یا نہیں ؟ اگر نہیں تھا تو پھر خاص واقعہ کے اسباب کیا ہیں ؟

اس بنا پر کئی قسم کی حدیثیں مشتبہ سمجھی جاتی ہیں۔ یعنی اس احتمال کی وجہ سے کہ روایت کے تغیرات نے غالباً واقعہ کی صورت بدل دی ہوگی۔ محدثین نے یہ فیصلہ کرلیا ہے کہ یہ حدیثیں کار آمد نہیں ہوسکتیں - یہ قسمیں حسب ذیل ہیں :

۱- وہ حدیث جو عقل کے مخالف ہو۔

۲- جو اصول سے موافق نہ ہو -

۳- مشاہدہ کے خلاف ہو -

۴- قرآن کے خلاف ہو -

۵- حدیث متواتر کے خلاف ہو -

۶- اجماع قطعی کے خلاف ہو اور قابل تاویل بھی نہ ہو -

۷- جس میں ایک معمولی سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو۔

۸- ذرا ذرا سے کاموں پر بڑے بڑے انعام کا وعدہ ہو -

۹- حدیث کا سلسلہ روایت یا مضمون اصولاً قابل اعتراض ہو -

علامہ ابن الجوزی جو فن روایت کے مجتہد اور درایت کے امام تھے، فرماتے ہیں :-

کل حدیث رأیت یخالف العقول اویناقض الاصول فاعلم انہ موضوع فلا تتکلف اعتبارہ ای لا تعتبر روایتہ ولا تنظر فی جرحہم، او یکون مما یدفعہ الحس و المشاھدۃ اومباینا لنص الکتاب او المتواترۃ او الاجماع القطعی، حیث لایقبل شئی من ذلک التاویل او تتضمن الافراط بالوعید الشدید علی الامر الیسیر او بالوعد العظیم علی الفعل الیسیر، و ھذا الاخیرکثیر

جس حدیث کو دیکھو کہ

(۱) عقل کے مخالف ہے۔

(۲) یا اصول کے خلاف ہے۔

تو سمجھ لو کہ موضوع ہے - پھر اس تکلیف کی ضرورت نہیں کہ اس کی جانچ ہو اور ان کے بیان کی تنقید کی جائے۔

(۳) یا وہ حدیث جو مشاہدات کے مخالف ہو۔

موجود فی حدیث القصاص والصوفیہ، اوانفرادہ عمن لم یدرکہ بما لم یوجد عندہ غیرہ، و انفرادہ بشیٔ مع کونہ فیما یلزم المکلفین علمہ و قطع العذر فیہ، او بامر جسیم یتوفر الدواعی علی نقلہ کحصر العدد للحاج عن البیت، او بما صرح بتکذیبہ فیہ جمع کثیر یمتنع فی العادۃ تواطؤھم علی الکذب و تقلید بعضھم بعضاً -(۱)

(۴) یا نص قرآن کے یا حدیث متواتر کے یا اجماع قطعی کے مخالف ہو اور کسی طرح تاویل پذیر نہ ہو۔

(۵) یا اس میں ادنی سی بات پر سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہو یا معمولی سے کام پر بڑے انعام کا وعدہ ہو۔ اس آخری قسم کی حدیثیں واعظوں اور صوفیا کے کلام میں بکثرت موجود ہیں۔

(۶) یا اکیلا ایک شخص کسی حدیث کو ایسے راویوں سے روایت کررہا ہو جنہوں نے اس کو پایا ہی نہ ہو۔

(۷) یا اس حدیث کی روایت تنہا ایک ہی شخص کررہا ہو جس کے مضمون کا جاننا تمام مکلفین کے لئے لازم ہو اور اس میں کوئی معذوری نہ ہو۔ خطیب بغدادی نے ''کفایہ'' کے شروع میں اس اصول کو بیان کیا ہے۔

(۸) یا حدیث میں کسی ایسے بڑے کام کا تذکرہ ہو جس کے لئے بہت سے وسائل درکار ہوا کرتے ہیں مثلاً خانہ کعبہ کے حاجیوں کا شمار۔

(۹) یا روایت میں ایسی بات مذکور ہو، جس کے جھوٹ ہونے کی ایک ایسی بڑی جماعت نے تصریح کی ہو، جن کا جھوٹ پر اتفاق کرلینا اور ایک دوسرے کی تقلید میں جھوٹ بولتے رہنا عادۃً ممتنع ہو۔

(اس قسم کی تمام حدیثیں موضوع سمجھی جائیں گی)۔

---

(۱) فتح المغیث، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۱۱۳- حافظ ابن حجر کا بیان بھی باختلاف الفاظ اسی کے قریب ہے- نزھۃ النظر ص ۵۷، ۵۸ -

علامہ خطیب بغدادی فرماتے ہیں:-

ان من جملۃ دلائل الوضع ان یکون مخالفاً للعقل بحیث لا یقبل التاویل و یلحق بہ ما یدفعہ الحس والمشاھدہ او یکون منافیا لدلالۃ الکتاب القطعیہ او السنۃ المتواترہ او الاجماع القطعی و من المخالف للعقل ما رواہ ابن الجوزی من طریق عبدالرحمن بن زید بن سالم عن ابیہ عن جدہ مرفوعاً ان سفینۃ نوح طافت بالبیت سبعا و صلت عند المقام رکعتین -

حدیث کے موضوع ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ حدیث اس قدر عقل کے مخالف ہو کہ اس میں تاویل بھی نہ ہوسکتی ہو اسی میں یہ بھی شامل ہے کہ محسوسات و مشاھدات اس حدیث کے مخالف ہوں - یا وہ قرآن کے قطعی مفہوم کی یا حدیث متواتر کی یا اجماع قطعی کے مخالف ہو -

ان مخالف عقل حدیثوں کی مثال ابن الجوزی نے عبدالرحمن بن زید بن سالم سے روایت کی ہے - عبدالرحمن مذکور اپنے باپ دادا سے مرفوع طریقہ پر روایت کرتے ہیں کہ حضرت نوح کی کشتی نے خانۂ کعبہ کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراھیم کے پاس دو رکعت نماز پڑھی۔

و قال ابن الجوزی: ما احسن قول القائل اذا رأیت الحدیث یباین المعقول او یخالف المنقول او یناقض الاصول فاعلم انہ موضوع -

ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ کہنے والے نے کیا اچھی بات کہی ہے کہ جب دیکھو کہ حدیث عقل کے مخالف، نقل کے خلاف اور اصول کے مخالف ہے تو سمجھ لو کہ موضوع حدیث ہے -

(تدریب الراوی ص ۹۹-۱۰۰)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:-

کلما قام علیہ دلیل قطعی سمعی یمتنع ان یعارضہ قطعی عقلی -

جس بات کے متعلق حدیث میں کوئی قطعی دلیل قائم ہو' عقل کی قطعی دلیل اس کے مخالف ہو ہی نہیں سکتی -

(کتاب العقل والنقل: ابن تیمیہ حرانی (قلمی) -

ان تمام تصریحات کے بعد حدیث کی صحت کا معیار خود بخود واضح ہوگیا۔ خواہ کسی کتاب کی حدیث ہو اور کیسے ہی اس کے راوی ہوں، پہلے اس معیار پر رکھ کر تنقیح کرلو' راویوں کی جرح و تعدیل کا فیصلہ بعد میں ہوتا رہے گا- حیف ہے کہ اس واضح معیار کے ہوتے ہوئے وضع حدیث کا اندیشہ دامن گیر رہے اور کانٹوں کے خوف سے پھولوں سے بھی قطع نظر کرلینا پڑے -

انتخاب از : علم الحدیث

تالیف : عبداللہ العمادی

ص ۱۷ تا ۲۱ (حیدرآباد، دکن' ت - ن)